ذہن میں تھے اس لیے قدرتی طور پر عباسیوں کے اس دوسرے فنی شاہکار کے کھنڈر دیکھنے کا شوق تھا۔ "برہان" کے تلخیص وترجمہ کے تحت جولائی ۱۹۳۹ء کیپٹن کریسول پروفیسر جامعہ فواد اول مصر کا ایک محققانہ مضمون شائع ہوا تھا، مقالے کے مترجم ندوۃ المصنفین کے رفیق مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی تھے جو ان دنوں دار العلوم الاسلامیہ نیوٹاؤن کراچی میں استاذ ہیں، پروگرام میں سامرار کا نام دیکھا تو ۳۶ سال قبل کے شائع شدہ مضمون کی یاد تازہ ہوگئی، یہ مضمون "برہان" کے چار نمبروں میں شائع ہوا تھا اور بہت پسند کیا گیا تھا۔ مورخ "یعقوبی" نے سامرا (سُرّ من رائی) کی تاسیس کے متعلق لکھا ہے "سُرّ من رائی خلفائے بنو ہاشم کا دوسرا فنی شاہکار ہے، یہ آٹھ عباسی خلفاء کا مرکزِ حکومت رہا ہے جن کے نام یہ ہیں: معتصم ابن ہارون الرشید، واثق ہارون بن معتصم، متوکل جعفر بن معتصم، منتصر محمد بن متوکل، مستعین احمد بن محمد بن معتصم، معتز ابو عبد اللہ بن متوکل، مہدی محمد بن واثق، معتمد احمد بن متوکل، سرمن رائی (جس نے دیکھا مسرور و شاداں ہوا) سامرا (SAMARRA) کا اصل تلفظ یہی ہے اور سامرا اسی کا اختصار ہے، یہ بغداد اور تکریت کے درمیان دجلہ کے مشرقی ساحل پر بغداد سے ۹۰ میل (تقریباً ۱۵۰ کیلومیٹر) ہے اسی شہر میں وہ مشہور سرنگ ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ امام مہدی یہیں سے نکلیں گے، کہتے ہیں اس شہر کو سب سے پہلے سام بن نوح نے آباد کیا تھا اور یہ اسی کی طرف منسوب ہے، فارسی میں اس کا تلفظ سام راہ (سام کا راستہ) ہے، مشہور ہے کہ اس مقام کے متعلق برکت کی روایتیں سن کر سفاح نے بھی یہاں شہر آباد کرنا چاہا تھا اور پھر منصور اور ہارون الرشید نے بھی، بالآخر قرعۂ فال ہارون الرشید کے بیٹے معتصم کے نام نکلا اور اس نے ۲۲۱ھ میں اس کو آباد کیا۔ (معجم البلدان ج ۵ ص ۳۸) پروگرام کے مطابق سب سے پہلے ہمارا قافلہ جامع متوکل باللہ العباسی کے لق و دق میدان میں پہونچا، اسی میدان میں جمعہ کی نماز

کا انتظام کیا گیا تھا، جامع متوکل کا اس وقت کا نقشہ یہ ہے کہ ایک بہت وسیع میدان اونچی اونچی دیواروں سے گھرا ہوا ہے، یہ دیواریں بھی کافی قدیم معلوم ہو رہی تھیں، جمعہ کی نماز دیواروں سے گھرے ہوئے اسی میدان میں ہوئی، وفود موتمر کے علاوہ مقامی آبادی کا بھی ایک طبقہ نماز میں شریک ہوا، نماز جامعہ ازہر کے وکیل العام مولانا شیخ عبدالرحمن بلیار نے پڑھائی، شیخ کا خطبہ جمعہ بھی زوردار اور اثر انگیز تھا، سنتوں سے فراغت کے بعد دیر تک ہم سب اس اجڑی ہوئی مسجد کے طول و عرض کو دیکھتے رہے، متوکل باللہ کے دور کی یہ مسجد جس کے زمین اور آسمان کی بات ہو رہی تھی، کبھی اپنی وسعت اور مضبوطی میں بے مثال سمجھی جاتی تھی۔ "سرمن رائی" کی تعمیرات کے ساتھ اس مسجد کی تعمیر کی بھی تفصیل ملتی ہے، عام تاریخوں میں ہے کہ حیرہ کے شروع ہی میں آبادی سے دور اور جاگیروں اور بازاروں سے الگ تھلگ ایک بہت بڑی عالیشان مسجد تعمیر کرائی گئی۔ جعفر متوکل نے یہ مسجد غایت درجہ مضبوط، مستحکم اور وسیع بنائی تھی، اس میں ایک پانی کا فوارہ تھا جس کا پانی کبھی بند نہ ہوتا تھا، وادیٔ ابراہیم بن ریاح سے جو سڑک نکلتی تھی اس پر تین نہایت کشادہ اور بڑی بڑی سڑکیں تین جانب سے اس مسجد کی طرف آتی تھی۔ ہر سڑک پر ہر قسم کے تجارتی سامان کی بڑی بڑی فرمیں اور صنعت و حرفت کے کارخانے موجود تھے، ہر ایک سڑک کی چوڑائی کم سے کم سو ہات تھی تاکہ جب خلیفہ اپنے خدم و حشم کے ساتھ مسجد میں آئے تو راستے میں تنگی اور دشواری نہ ہو۔ قلتِ وقت اور بندھے ہوئے پروگراموں کی وجہ سے نہ تو ہم اس قدیم دارالسلطنت کے محلوں، بازاروں اور حویلیوں کے پرہیبت کھنڈر دیکھ سکے، نہ اس کی جدید آبادی ہی میں گھوم پھر سکے بلکہ اس کے ٹوٹے اور مٹے ہوئے نقش و نگار اور شکستہ دیواروں کو چشمِ تصور سے دیکھ کر آگے بڑھ گئے، اور زبانِ حال سے "تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ط" کے غیر فانی اصول کی معجز نمائیوں کا ورد کرتے رہے۔

جامع متوکل باللہ کی یہ تھوڑی سی تفصیل اس لئے بھی دی گئی کہ اس کی زیارت ہمارے پروگرام کا اہم ترجزو تھی، نیز یہ کہ پڑھنے والوں کے ذہن میں ہزاروں سال پہلے کی اس مسجد کا ہلکا سا اجمالی نقشہ آجائے، مؤتمر کے کارپردازوں نے خوب کیا کہ نمازِ جمعہ کا پروگرام زمانۂ قدیم کے اس لاجواب تاریخی شہر کی جامع مسجد میں رکھا۔ پروگرام میں گنجائش ہوتی تو شہر کے دوسرے بے شمار نشانوں اور کھنڈروں کو بھی دیکھتے اور عبرت حاصل کرتے لیکن واپسی ہمروزہ تھی اس لیے مسجد سے سیدھے حکومت کے قائم کئے ہوئے دواسازی کے مرکز "الشرکۃ العامۃ الصناعات الادویۃ" کی سیر کے لیے روانہ ہوگئے گویا قدیم کھنڈروں کی دنیا سے ایک جدید اور متمدن دنیا میں آگئے، ہمیں بتایا گیا کہ دواسازی کا یہ کارخانہ نہ صرف عراق بلکہ پوری مشرق وسطیٰ میں سب سے بڑا کارخانہ ہے، قاعدے میں اس عظیم الشان کارخانے کو دیکھنے کے لئے کئی گھنٹوں کی ضرورت تھی مگر ہم اس کا سرسری ہی معائنہ کرسکے۔ ایک دوا مرحلہ بہ مرحلہ کس طرح تیار ہوتی ہے، بے شمار عرقوں، سفوفوں، گولیوں اور کیپسولوں کی تیاری کے لیے کتنی مشینوں کی ضرورت ہوتی ہے، رواروی میں ہم نے اس کا جائزہ لیا، بعض باتیں دریافت بھی کیں، یہ دیکھ کر بہرحال مسرت ہوئی کہ اب ہماری مسلم مملکتیں بھی سائنس اور ٹیکنالوجی کی کارفرمائیوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ میری کمزوری اور اضمحلال کو دیکھ کر ایک شیعی نوجوان محمد علی نے خوب سہارا دیا، ان کے سہارے سے کارخانے کی کئی منزلیں دیکھ سکا، خیال کرتا رہا ضعیفی بھی کیا نعمت ہے کہ نوجوانوں کو بوڑھوں کی خدمت پر آمادہ کرتی ہے، تیزگامی کے باوجود وقت اندازے سے زیادہ لگ گیا اور اس وسیع وعریض کارخانے کے بہت سے حصے دیکھنے سے رہ گئے، دوپہر کے کھانے کا انتظام محافظِ بغداد کی طرف سے سامرا ہی میں تھا، کارخانے کے معائنے کو ادھورا چھوڑکر تمام مہمان لبسوں سے طعام گاہ تک پہونچا دیے گئے، دعوت کا انتظام ایک وسیع ہال میں کیا گیا تھا، کھانے سے پہلے نشستوں

کا نظم بھی اعلیٰ درجے کا تھا، نفیس قسم کے صوفا سیٹ بچھا دیے گئے تھے اور مشروباتِ طیبہ کا اہتمام بھی خوب تھا، لنچ اور اس کے لوازمات سے چار بجے کے قریب فراغت ہوئی اور فوراً ہی بغداد کے لیے روانہ ہو گئے، بسیں آرام دہ اور تیز رفتار تھیں، ۵½ بجے سے قبل ہی بغداد پہونچ گئے۔

شنبہ کی صبح کا یہ پروگرام بنایا گیا کہ کانفرنس کے اجتماع سے قبل امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد اور مزار پر ہو آئیں، اور کاظمین کی زیارت سے بھی فارغ ہو جائیں، قاضی ابویوسف کی مسجد اور مزار کاظمیہ کے قریب بلکہ ایک دوسرے سے لگے ہوئے ہیں، ہم لوگ پہلے قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کے دفتر میں پہونچے، منتظم صاحب نے ہمارا پرتپاک خیر مقدم کیا اور دیر تک باتیں کرتے رہے، متعدد اہم کتابیں بھی ہدیے میں دیں، وقت کی تنگی کا عذر کر کے ان سے اجازت چاہی اور مسجد و مزار کی زیارت کرانے کے لیے رہبر ساتھ لے لیا۔ ان دنوں مسجد اور اس سے ملحقہ عمارتوں کی توسیع و تجدید ہو رہی تھی، ہم نے مسجد کے ایک گوشے میں تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھیں اور مزار پر حاضر ہو گئے۔ بنگلہ دیش کا ڈیلی گیشن بھی ساتھ تھا، مرقدِ مبارک کے پائینتی دیر تک فاتحہ پڑھتے رہے، عجب طرح کا سکون محسوس ہوا، پوری فضا نور سے بھری ہوئی معلوم ہوتی تھی، ان لمحات میں قدرتی طور پر امامِ والا مقام کے عظمت کے نقوش قلب پر مرتسم ہو گئے اور امام اعظم کے سایۂ عاطفت میں رہ کر انھوں نے امتِ مرحومہ کی جو لازوال خدمت کی ہے اس کی پرچھائیاں آنکھوں کے سامنے آنے لگیں، دیگر بے شمار کمالات کے علاوہ حضرت قاضی صاحب کی یہ خصوصیت بھی غیر معمولی ہے کہ آئمۂ جرح و تعدیل اور اساطینِ حدیث نے ان کو حفاظِ حدیث میں شمار کیا ہے، امام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے شاگرد اور فقہ حنفی کے اس مینارۂ نور کو محدثینِ کرام اس مرتبۂ عظمیٰ سے نوازدیں، یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے، اس ماحول میں وہ وصیت نامہ بھی یاد آگیا جو خلیفہ ہارون الرشید کی حکومت

کے چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) نے خلیفہ کی فرمائش پر تحریر فرمایا تھا، اس وصیت نامے اور تاریخی مکتوب کو پڑھ کر امام عالی مرتبت کی قدر و منزلت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ ان کی وصیت و نصیحت کا انداز کس قدر بے لوث اور جرأت مندانہ ہے، موقع ملتا تو یہاں اس مکتوب اور وصیت نامے کے جستہ جستہ حصے تحریر کیے جاتے، مگر مجھے تو آگے بڑھنا ہے۔ امام دار الہجرۃ مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کا وہ مکتوب بھی تاریخ کے سینے پر ثبت ہے جو امام عالی مقام نے ہارون الرشید کے نام تحریر فرمایا تھا اور جس میں عقیدہ و عمل کی تمام ہی بنیادیں اپنی زبردست اثر انگیزیوں کے ساتھ موجود ہیں، لیکن یہ ظاہر ہے کہ امام دار الہجرۃ حکومت کے رکن نہیں تھے، ان کے ارشادات اور نصائح کا رنگ ان کی شان کے مطابق ہونا ہی چاہیئے تھا، قاضی صاحب حکومت کے رکنِ رکین تھے اور حکومت بھی ایک مطلق العنان بادشاہ کی تھی لیکن وصیت نامے کے ایک ایک فقرے میں علم و تقویٰ احقاقِ حق اور جرأت و بے خوفی کی شان جس طرح جھلک رہی ہے اس کا حقیقی اندازہ پورا وصیت نامہ پڑھ کر ہی ہو سکتا ہے، مجھے اس تاریخی وصیت نامے کے بہت سے حصے یاد ہیں یا ان کا خلاصہ ذہن میں ہے مگر یہ موقع امام صاحب کے سوانح حیات تحریر کرنے کا نہیں ہے، اس وقت جہاں اور بہت سی باتیں یاد آئیں امام صاحب کی عدیم النظیر اور مایۂ ناز تالیف "کتاب الخراج" کی خصوصیات خاص طور پر زیادہ یاد آئیں۔ اور حضرت الاستاذ قدس سرہٗ کا یہ ارشاد بھی دماغ میں ابھرا کہ امالیِ ابو یوسف کی چالیس جلدیں جرمنی میں محفوظ ہیں۔

کانفرنس کا وقت قریب آرہا تھا اور ہمیں بغداد کے مشہور ترین مقام کاظمین کی زیارت سے بھی ابھی فارغ ہونا تھا۔ کاظمین جس کا دوسرا نام کاظمیہ ہے اپنے رنگ کی نہایت نفیس عمارت ہے، عمارت کی برجیاں، چو گوشے، گنبد، سب ہی شاندار ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سونے کا محل کھڑا ہے، یہ امام موسیٰ کاظم اور ان نامور پوتے

محمد تقی الجواد کا مدفن و مرقد ہے، ان دونوں حضرات کا شمار اثنا عشری اماموں میں ہوتا ہے، یہ مقام خاص طور پر شیعہ حضرات کا مرکزِ عقیدت ہے، اس کے وسیع دالانوں میں ہر وقت سیکڑوں زائرین موجود رہتے ہیں اور سیکڑوں آتے جاتے رہتے ہیں، منتیں مانگتے ہیں اور اپنے اپنے طریقے سے عبادت کرتے اور عقیدت و ارادت کا اظہار کرتے ہیں، ہم نے ان مزارات پر فاتحہ پڑھی اور چند منٹ تعمیر کی خوش نمائی، مضبوطی اور صنعت کاری کا جائزہ لیتے رہے، کلسوں، برجوں، محرابوں اور گنبد کا بڑا حصہ زرِ خالص سے مطلّی اور مرصّع ہے، آبِ طلا سے نہیں، سونے کی چادروں اور چوکوں سے، عمارت کا پورا ماحول اور در و بست آنکھوں کو خوب خوب دعوتِ نظارہ دیتا ہے، وقت بالکل نہیں رہا تھا ورنہ یہاں کے منتظمین سے ملاقات کرتے اور ضروری تاریخی معلومات حاصل کرتے۔

۹½ بجے کے قریب جلسہ گاہ (قاعۃ النعمان) واپس آگئے، جلسہ کی کارروائی شروع ہی ہوئی تھی کہ ہم بھی پہونچ گئے، آج کی صبح و شام کی دونوں نشستوں میں مقالے پڑھے گئے، مقالے پڑھنے والے زیادہ تھے اور وقت ان کی تعداد کے لحاظ سے کم تھا، اس لیے صدر اجلاس ہر صاحبِ مقالہ سے اختصار و تخفیف کی درخواست کرتے رہے، لیکن مقالہ نگاروں کا مزاج ہر جگہ کا یکساں ہی ہوتا ہے کہ پڑھنے والا پڑھتا ہی رہتا ہے اور سننے والے گھٹتے رہتے ہیں، اس اجتماع میں تو عرب ہی عرب تھے جن کا زورِ خطابت، قوتِ بیان اور شعلہ مقالی ضرب المثل ہے، پھر بھی رئیسِ مجلس نے غیر معمولی انتظامی صلاحیت کا ثبوت دیا اور پڑھنے والوں نے بھی ان کے منصب کا پورا پورا لحاظ رکھا۔ اجلاس کے بعد شام کو شہر کے بازاروں میں گھومنے کا پروگرام تھا۔ بازاروں کی سیر و تفریح سے فارغ ہو کر متعدد اہم مساجد بھی دیکھیں جیسے جامع الخلفاء، جامع عائشہ خاتون، جامع اربعۃ عشر، یہ تمام مسجدیں عظیم الشان اور لائق دید ہیں، جن میں بار بار نماز پڑھنے کو جی چاہتا تھا، معلوم ہوا کہ چند کیلومیٹر کے اس ٹکڑے میں سیکڑوں مسجدیں ہیں جو سب کی سب وزارۃ الاوقاف کی نگرانی میں ہیں اور

وزارت اوقاف ہی ان کے مصارف برداشت کرتی ہے، عام مسجدوں کے اماموں اور خطیبوں کی تنخواہیں بھی ہمارے یہاں کے اعتبار سے بہت زیادہ ہیں بلکہ یہاں اور وہاں میں کوئی نسبت ہی نہیں ہے، لیکن مشہور اور بڑی مسجدوں کے ائمہ اور خطباء عام طور پر بڑے علماء ہوتے ہیں جو سوسائٹی میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں اور جن کو ہزاروں روپے ماہانہ منصب ملتا ہے، ان حضرات سے خوب بے تکلفانہ باتیں ہوئیں، مسجد اربعۃ عشر کے امام صاحب جو ان دنوں مسجد عائشہ خاتون کے خطیب ہیں، انڈونیشیا میں بھی ہمارے ساتھ تھے۔ مؤتمر کے اجتماعات سے فراغت کے بعد صرف بغداد میں کم سے کم ایک ہفتہ قیام کی ضرورت تھی، اور مزید قیام کے لیے شیخ نافع قاسم صاحب کا اصرار بھی تھا مگر مجھے "مسلم مجلس مشاورت" اور "مسلم پرسنل لا" کے اجتماعات میں شرکت کے لیے ۱۲ فروری کو بنگلور پہونچنا تھا اس وجہ سے قیام میں توسیع کا کوئی سوال ہی نہیں تھا اور بغداد کی تفصیلی سیر کے علاوہ موصل، بصرہ وغیرہ کے پروگرام بھی ملتوی کرنے پڑے، اتوار کا دن خاص طور پر مقالات کے ہجوم کا دن تھا، پہلی نشست ٹھیک ۹ بجے شروع ہوئی جو مسلسل پانچ گھنٹے تک جاری رہی، اس نشست میں مصر، شام، اردن، کویت، الجیریا، لیبیا، مراکش، ٹیونس، ابوظبی، افغانستان، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، بلغاریہ، یوگوسلاویہ، روس اور افریقہ کی متعدد ریاستوں کے نمائندوں کو اپنے مقالے پڑھنے تھے، اکثر مقالات مسئلہ فلسطین، بیت المقدس کی غیر معمولی اہمیت اور صیہونیت کے جارحانہ عزائم سے متعلق تھے، بعض مقالات نہایت پرجوش اور ولولہ انگیز تھے، مقالات کا ایک حصہ تعلیماتِ اسلامی کی خصوصیات اور دیگر الہامی مذاہب کے بارے میں اسلام کے موقف کی وضاحت پر مشتمل تھا، اور اسلام کے اس موقف کو دل پذیر اور دل نشین قالب میں پیش کیا گیا تھا کچھ ایسے مقالات بھی تھے جن کو سن کر محسوس ہو رہا تھا کہ ازراہِ ثواب صرف آیاتِ قرآنی کی تلاوت کی جا رہی ہے، اس طرح کی چیزوں کے بابرکت ہونے میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں لیکن ہر بات

کا ایک موقع محل ہوتا ہے، اس اجتماع میں یہ طریقہ کچھ زیادہ موزوں نہیں معلوم ہو رہا تھا۔ "ادارۂ دینیہ تاشقند و قزاقستان" کے صدر مولانا مفتی ضیاء الدین بابا خانوف نے بھی ایک سلجھا ہوا مختصر مقالہ پڑھا۔ آج کے اجتماع کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ جمہوریۂ عراق کے نائب صدر جو بالکل نوجوان ہیں، اجلاس میں شریک ہوئے اور نہایت مؤثر اور جان دار تقریر کی، ان کا انداز خطابت بھی دلچسپ اور دل پسند تھا۔ ان کی تقریر پہ بار بار چیئرز دے کر مجمع نے پسندیدگی کا اظہار کیا، تقریر کا خلاصہ اور لُبِّ لباب یہ تھا کہ "ہم جان کی بازی لگا کر بیت المقدس کی حفاظت کریں گے، صیہونیت کے خلاف ہمارا جہاد جاری رہے گا، اور ہم اسرائیل کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے، اور یہ کہ اتحادِ عرب اور اتحادِ اسلامی ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں۔" نائب صدر نے تقریر ہی نہیں کی بلکہ بہت دیر تک ارکانِ موتمر کے ساتھ بیٹھے رہے اور اجلاس کی کارروائی سے دلچسپی لی، ۲ بجے تک مقالات کی خواندگی کا سلسلہ جاری رہا۔ آج بغداد کے میئر کی طرف سے دوپہر کے کھانے کا انتظام "قصر السلام" میں تھا، "قصر السلام" شہر کی مشہور ترین، شاندار عمارت ہے۔ بڑی بڑی دعوتیں یہیں ہوتی ہیں، وفودِ موتمر کے علاوہ دوسرے بہت سے حضرات بھی کھانے پر مدعو تھے، خوب رونق رہی اور دیر تک آزادانہ تبادلۂ خیالات ہوتا رہا، لنچ سے ۴ بجے کے قریب فراغت ہوئی اور مہمان اپنی اپنی قیام گاہوں پر واپس ہو گئے، ظہر کی نماز سے "قصر السلام" ہی میں فارغ ہو گئے تھے تھکن کافی ہو گئی تھی، دو گھنٹے کے قریب آرام کیا اور شام کی سیر کے لیے تازہ دم ہو گئے، شام کو اجتماع نہیں تھا اور یہ وقت تفریح کے لیے خالی تھا، ہم نے اس فرصت سے فائدہ اٹھا کر "سلمان پاک" کا پروگرام بنا لیا، "سلمان پاک" شہر سے ۳۰ کیلو میٹر کے قریب ہے، ہم لوگ ہوٹل سے ایسے وقت چلے کہ مغرب کی نماز وہاں پڑھ لیں چنانچہ ٹھیک مغرب کے وقت پہونچ گئے اور جماعت سے نماز ادا کی، یہاں پہونچ کر دل اور دماغ کی کچھ اور ہی کیفیت ہو گئی، بغداد اور اس کی چہل پہل سے اب ہمارا کوئی واسطہ نہیں تھا۔ اس خطۂ پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے دو مشہور اور بڑے درجے کے صحابی آرام فرما ہیں، (۱) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنہ، دونوں مزار مسجد کی بغل میں ہیں، ہم نے ادب و احترام کے جذبات سے سرشار ہو کر سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ان برگزیدہ ترین اصحاب کے مزارات پر حاضری دی اور کچھ دیر ان کے قدموں میں بیٹھے رہے، مناقب و فضائل صحابہ کا باب نہایت وسیع ہے، حضرات صحابہ میں ہر ایک کی اپنی خصوصیات ہیں، اس وقت قدرتی طور پر رسول اللہ کے ان دو مقدس ساتھیوں کے خاص خاص فضائل و کمالات کا نقشہ سامنے آ گیا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ جس اثر انگیز پیرایہ میں بیان کیا ہے، دل کا تقاضا ہے کہ اس کے ضروری ٹکڑے یہاں تحریر کیے جائیں، لیکن پھر یہ سفر کی روداد نہیں رہے گی کچھ اور چیز ہو جائے گی، اس لیے قلم پر جبر کر کے آگے بڑھتا ہوں۔

غزوات کی تاریخ میں غزوۂ احزاب یا غزوۂ خندق اپنی خاص نوعیت کے لحاظ سے حد درجہ اہم غزوہ خیال کیا جاتا ہے، یہود نے قبائل قریش کے ساتھ سازباز کر کے ان کو تمام عرب کی متحدہ جنگ بنا دیا تھا اور چوبیس ہزار انسانوں کے اس لشکر گراں نے مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کا خوفناک منصوبہ بنا لیا تھا، آنحضرتؐ کو یہ خبریں پہنچیں تو آپؐ نے اصحاب کرام سے مشورہ کیا، اس پیچیدہ اور نازک مرحلے پر حضرت سلمان فارسیؓ نے جو ایرانی ہونے کی وجہ سے خندقوں کے طریق جنگ سے اچھی طرح واقف تھے، یہ رائے دی کہ موجودہ حالت میں کھلے میدان میں مقابلہ کرنا مصلحت نہیں ہے، بہتر یہ ہو گا کہ ایک محفوظ مقام پر لشکر جمع کیا جائے اور اس کے گرد خندق کھود دی جائے۔ حضورؐ نے حضرت سلمان کی اس رائے کو پسند کیا اور خندق کھودنے کے آلات مہیا کیے گئے، مدینہ طیبہ کے تین طرف نخلستان اور مکانات کا سلسلہ تھا جو عملاً شہر پناہ کا کام دیتا تھا، صرف شام کی جانب کا رُخ کھلا ہوا تھا۔ آنحضرتؐ نے تین ہزار ساتھیوں کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر اس رُخ پر خندق کھدوانے کی تیاریاں شروع کیں اور اپنے